ابوالتیہان: اے اللہ کے رسول! بے شک ہمارے اور دوسرے لوگوں (یہودیوں) کے مابین معاہدے ہیں، جنہیں ہم توڑنے والے ہیں، کیا ایسا تو نہیں ہوگا، کہ اگر ہم ایسا کر گذریں اور پھر اللہ تعالیٰ آپ کو غالب کردے تو آپ اپنی قوم کی طرف واپس تو لوٹ جائیں گے؟

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم: نہیں، بلکہ یہ رشتہ خون سے خون کا اور موت سے موت تک ہے میں تم میں سے اور تم مجھ سے ہو، تم جس سے لڑو گے، میں بھی لڑوں گا اور تم جس سے صلح کرو گے، میں بھی کروں گا۔

اب تم اپنے میں سے بارہ افراد کو مقرر کرو، جنہیں میں اپنی قوم پر نقیب (نگہبان، سردار) مقرر کروں، چنانچہ اس پر نو خوارج میں سے اور تین اوس میں سے افراد کے نام بتائے گئے، جنہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں نقیب مقرر کردیا(۲۹)۔

اس موقع پر کوئی معاہدہ تحریر نہیں کیا گیا اور جو کچھ مذاکرات سے طے ہوا وہ زبانی کلامی نوعیت کا تھا مگر لطف کی بات یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی اس معاہدے کو دہرانے یا یاد دلانے کی ضرورت پیش نہ آئی اور انصار مدینہ نے اپنے وعدوں سے بھی بڑھ کر حق جانثاری ادا کیا۔

نتائج:

مختصراً یہ کہ مکی عہد میں مختلف قبائل کے ساتھ مکالمے یا مذاکرے کے کئی واقعات پیش آئے، مگر ان میں سے درج ذیل نمایاں ہیں:

۱۔ عام الحزن تک:

اس عرصے میں چار واقعات پیش آئے، جن کے نتائج فوری طور پر تو سامنے نہ آئے، لیکن رفتہ رفتہ لوگوں پر اس کا اثر ہوا اور بہت سے نیک دل لوگ مسلمان ہوگئے۔

۲۔ عام الحزن سے ہجرت مدینہ منورہ تک

اس دور میں بھی چار واقعات پیش آئے جن کے نتیجے میں اسلام کو ایک مضبوط اور مستحکم مرکز مل گیا۔

اس طرح نتائج وثمرات کے اعتبار سے اس دور میں ہونے والے مذاکرات/ مکالمات کو

نتائج وثمرات یا انجام کے اعتبار سے کامیاب قرار دیا جاسکتا ہے۔

(ب) مدنی دور

مرکز اسلام کی تلاش کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم پر مدینہ منورہ منتقل ہو گئے یہاں آ کر پورا منظر نامہ (Senario) ہی تبدیل ہو گیا، اسی لیے اس دور میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذاکرات و مکالمات کا جنگوں اور غزوات کے پہلو بہ پہلو انتہائی کامیابی اور بہترین حکمت عملی کے ساتھ استعمال فرمایا۔

اس دور کو بھی ہم آسانی کے ساتھ دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

(ا/ب) جنگ خندق (۱۵ شوال المکرم ۵ھ/ ۶۲۷) تک کا دور:

اس دور میں نوزائیدہ ریاست مدینہ منورہ کے سامنے درج ذیل اہداف تھے:

۱۔ مدینہ منورہ کا داخلی امن واستحکام

۲۔ مدینہ منورہ کا بیرونی تحفظ اور دشمنوں سے دفاع۔

۳۔ اعلاے کلمۃ اللہ اور احکام اسلامی کا نفاذ

ان میں سے تیسرے مقصد کے لیے تو کسی بھی قسم کے مذاکرات یا مکالمات کی ضرورت نہ تھی اور مسلمانوں سے لی گئی بیعت ہی کافی تھی، البتہ اولین دونوں مقاصد کو سامنے رکھ اس دور میں درج ذیل مذاکرات اور مکالمات اور ان کے نتیجے میں درج ذیل معاہدات تشکیل پذیر ہوے:

(ا) میثاق مدینہ:

اس معاہدے میں درج ذیل فریق شریک تھے:

(الف) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت حاکم اعلیٰ ریاست مدینہ

(ب) مہاجرین مکہ ساکنان مدینہ منورہ

(ج) انصار مدینہ (اوس اور خزرج)

(د) مدینہ منورہ کے یہودی (بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ)

(ھ) مدینہ منورہ کے کافر اور مشرک قبائل

(و) مدینہ منورہ کے عیسائی (۳۰)

اس موقع پر ۴۷ دفعات پر مشتمل معاہدہ حضرت انس بن مالک کے گھر میں لکھا گیا (۳۱)۔

اس معاہدے کی ترتیب سے قبل یقیناً ان مختلف قبائل اور اقوام میں گفت وشنید اور مذاکرات کے کئی ادوار ہوئے ہوں گے لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام قبائل یا اہل مذاہب کو ایک ہی مسودۂ قانون پر جمع کرنے میں کامیاب ہوگئے، یہ معاہدہ نہ صرف اس وقت کے لحاظ سے، مفید ثابت ہوا، بلکہ اس نے مستقبل میں یہودیوں کی طرف سے نقض امن اور بدعہدی کے موقع پر بھی بے حد فائدہ دیا اور یہ معاہدہ بقول ڈاکٹر محمد حمید اللہ، دنیا کا پہلی تحریری آئین قرار پایا۔

(۲/ب) دیگر قبائل سے مکالمات:

اس دور میں بڑے مکالمے کے علاوہ کئی اور قبائل سے بھی مکالمات اور ان کے نتیجے میں معاہدات ہوئے، ان میں سے ایک غزوہ وُدان یا غزوۃ الابواء کے موقع پر، بنوضمرہ سے صفر ۲ھ میں ہونے والا مکالمہ/ معاہدہ ہے، جو اس کے سردار مخشی بن عمرو الضمری سے (۳۲) اور دوسرا غزوہ ذات العشیرہ کے موقع پر بنومدلج سے، جمادی الاولی ۲ھ کے موقع پر ہوا (۳۳)۔

ان دونوں مواقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قبائل سے مذاکرات ہوئے اور آپ نے انہیں غیر جانب دار رہنے پر آمادہ کرلیا۔

جو اس دور میں یہ ایک بڑی کامیابی تھی کہ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ''قریش'' اس علاقے میں موجود اپنے حلیف قبائل سے مدد نہ لے سکے اور انہیں غزوہ بدر اور غزوہ احد میں تنہا ہی میدان میں اترنا پڑا۔

۲۔ دوسرا دور: غزوۂ خندق تا فتح مکہ:

یہ دور تین/ ساڑھے تین برسوں پر محیط ہے، اس دور میں یوں تو کئی قبائل سے مکالمات اور معاہدات ہوئے، لیکن ان میں اہمیت کے اعتبار سے دو معاہدات کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

اس دور میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سب سے اہم اور بڑا مقصد اور ہدف اسلام کی اشاعت کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ یعنی ''فتح مکہ'' کا حصول تھا، اس مقصد کے لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے قریش مکہ سے اور پھر یہودیان خیبر سے بات چیت کی اور دونوں کے نتیجے میں ایک ایک معاہدہ طے پایا تفصیل درج ذیل ہے:

(ا) معاہدہ صلح حدیبیہ/صلح کی بات چیت کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت عملی

قریش مکہ کی پالیسی یہ تھی، کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کی کوئی بات چیت نہ کی جائے اور نہ ہی دوسرے قبائل کو آپ سے مذاکرات کرنے دیئے جائیں، اس لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ''وحی الٰہی'' کے زیر اثر اس دور میں ایک خصوصی حکمت عملی اختیار کی۔

اس موقع پر، چونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم قریش مکہ کو''مذاکرات'' کی میز پر لانا چاہتے تھے، اس لیے آپ نے حکمت عملی کے طور پر، اللہ تعالیٰ کے حکم پر اور الہامی خواب نظر آنے پر درج ذیل اقدامات کیے:

(الف) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو صحابہ کرام کے ہمراہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف کوچ کیا۔

اس سے قریش مکہ پر دباؤ بڑھا اور وہ جارحیت سے دفاعی پوزیشن پر آ گئے۔

(ج) مدینہ منورہ سے نکلنے کے بعد، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نامانوس راستوں سے سفر کیا اور کوشش کی کہ آپ کا ان سے سامنا نہ ہونے پائے (۳۴) آپ یہ چاہتے تھے، کہ جب مسلمان ''حرم اقدس'' کے دروازے پر پہنچ جائیں تب آپ کی قریش مکہ سے گفتگو ہو۔

اس کا مقصد بھی یہی تھا، تا کہ قریش مکہ مجبور ہو کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گفت وشنید اور مکالمے کا آغاز کریں۔

(د) باوجود اس بات کے، کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ''حرم مکہ'' کے صحن تک پہنچ گئے تھے، لیکن آپؐ کی طرف سے، یہ اصرار نہ تھا کہ آپ لازمی طور پر عمرہ کر کے جائیں گے، بلکہ آپ بار بار یہ اظہار فرما رہے تھے، کہ

"لاتدعو نی قریش الیوم الی خطة یسألونی فیها صلة الرحم الا أُعطیتها ایاها"

آج قریش مکہ مجھے جس خاکے/ معاہدے کی طرف بھی بلائیں گے جس میں وہ صلہ رحمی کرنا چاہتے ہوں گے تو میں ضرور ان کی بات مانوں گا۔

(ھ) دونوں طرف سے وفود کا تبادلہ:

اس موقع پر، دونوں طرف سے کئی وفود کا تبادلہ ہوا شروع شروع میں قریش مکہ نے محض ڈرانے دھمکانے اور ''میں نہ مانوں'' کا طریقہ اختیار کیا مگر بعدازاں وہ معاہدہ کرنے پر تیار ہو گئے.

سب سے پہلے بدیل بن ورقاء الخزاعی بنوخزاعہ کے لوگوں کے ہمراہ آیا اس کے بعد بشر بن سفیان اور پھر مکرز بن حفص بن الاخیف آیا ان دونوں وفود سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو ہوئی، آپ نے انہیں بتایا کہ آپ تو محض عمرہ کرنے اور بیت اللہ کی زیارت کرنے کے لیے آئے ہیں، جس پر یہ لوگ مطمئن ہو کر چلے گئے اور انہوں نے قریش مکہ پر جا کر دباؤ بڑھایا(۳۵)۔

بعدازاں قریش مکہ نے الحلیس بن علقمہ یا الحلیس بن زبان کو جو سید الاحابیش تھا، بھیجا، وہ عرب کے مخلص لوگوں میں سے تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اُسے آتے ہوے دیکھا تو فرمایا اسے لشکر کے ہمراہ لائے گئے قربانی کے جانور دکھادو وہ یہ جانور دیکھ کر گفتگو کیے بغیر واپس لوٹ گیا اور قریش مکہ کو سخت الفاظ میں مخاطب کیا اور کہا:

اے گروہ قریش: اللہ کی قسم ہم نے اس بات پر تم سے حلف اور معاہدہ نہیں کیا، کہ تم اللہ کے گھر کی تعظیم وتکریم کے لیے آنے والے شخص کو روکو گے؟ مجھے اس ذات کی قسم، جس کے قبضے میں الحلیس کی جان ہے، تم محمد کو یا تو اپنا مقصد پورا کرنے دو گے: یا پھر میں احابیش کے لوگوں کو تم پر ایک ہی شخص کی طرح (متحد ہو کر) حملہ کرنے کو کہوں گا۔

قریشی لوگوں نے کہا: ''ذرا انتظار کیجیے، تا کہ ہم اپنی مرضی کے مطابق تسلی حاصل کر لیں''(۳٦)۔

(و) عروہ بن مسعود ثقفی کا مکالمہ:

بعدازاں عروہ بن مسعود ثقفی بارگاہ رسالت میں آیا اس کے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین درج ذیل مکالمہ ہوا:

عروہ: اے محمد تم نے گرے پڑے لوگ جمع کر لیے ہیں، اور پھر تم انہیں لیکر اپنے ہی گھر والوں پر چڑھ آئے ہو، تا کہ تم انہیں توڑ سکو! دیکھو! یہ قریش کے لوگ ہیں، ان کے ہمراہ ان کے حلیف بھی ہیں، انہوں نے چیتوں کی کھالیں پہن لی ہیں۔

انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا ہے کہ آپ مکہ مکرمہ میں زبردستی داخل نہیں ہو سکیں گے، اور اللہ کی قسم (مجھے یوں نظر آتا ہے) کہ یہ لوگ کل آپ سے چھٹ جائیں گے۔

حضرت ابوبکر (جو اس وقت رسول اللہ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، بولے): عروہ غلط اندازے مت لگاؤ اے لات کے پجاری، کیا ہم آپ کو چھوڑ کر ادھر اُدھر ہو جائیں گے؟

عروہ: اے محمد یہ کون ہے

محمد صلی اللہ علیہ وسلم: یہ ابن ابی قحافہ ہے۔

عروہ: اللہ تعالیٰ کی قسم اگر تیرا مجھ پر ایک احسان نہ ہوتا تو میں تیری بات کا جواب دیتا، لیکن میں اس بات کو اس (احسان) کے بدلے میں شمار کرتا ہوں۔

پھر عروہ گفتگو کے دوران عربوں کی عادت کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کو چھونے لگا اس وقت حضرت مغیرہؓ بن شعبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر کھڑے تھے اور لوہا پہنے ہوئے تھے، تو جب بھی اس کا ہاتھ آپؐ کی داڑھی کو چھوتا، تو وہ اس کے ہاتھ کو پرے ہٹا دیتے، اور کہتے: اپنے ہاتھ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے دور رکھو اس سے قبل کہ وہ تمہارے پاس کبھی واپس نہ لوٹیں۔

عروہ: تیرا ناس ہو، تم کس قدر سخت اور شدید ہو۔

اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے تو عروہ نے پوچھا: اے محمد یہ کون ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم: یہ تیرا بھتیجا مغیرہ بن شعبہ ہے۔

عروہ: اے دھوکے باز! ابھی تو میں نے تیری برائی کو کل ہی دھویا ہے (مغیرہ نے اسلام قبول کرنے سے قبل بنو مالک کے بارہ افراد قتل کر دیئے تھے اس پر عروہ نے مقتولین کے خاندانوں کو دیت ادا کر کے راضی کیا تھا یہاں اس نے اسی طرف اشارہ کیا ہے)۔

پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے آنے والے، اس کے ساتھیوں ہی کی طرح اسے بھی بتایا، کہ آپ یہاں عمرے کے ارادے سے آئے ہیں، جنگ کے لیے نہیں، جس پر وہ واپس چلا گیا۔

(ز) خراش قاصد نبوی کے ساتھ بدسلوکی:

اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو خزاعہ سے تعلق رکھنے والے خراش الخزاعی کو صلح کی

بات چیت کرنے کے لیے مکہ مکرمہ بھیجا، مگر کفار نے ان کی اونٹنی کو مار ڈالا اور وہ بمشکل واپس آسکے۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو بھیجا، تا کہ وہ اس سلسلۂ گفت وشنید کو آگے بڑھا سکیں، مگر انہیں مکہ مکرمہ میں روک لیا گیا اور اُدھر یہ افواہ مشہور ہوگئی، کہ حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا گیا ہے۔

اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے موت پر بیعت لی، جسے ''بیعت رضوان'' کہا گیا جب قریش مکہ کو اس کی اطلاع ملی، تو انہوں نے سہیل بن عمرو کو جن کا تعلق بنو عامر بن لوی سے تھا، صلح کی بات چیت کے لیے بھیجا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا، تو فرمایا انہوں نے اس شخص کو بھیج کر صلح کا ارادہ کیا ہے چنانچہ طویل گفت وشنید کے بعد، معاہدہ لکھا جانے لگا تو اس دوران بھی گفت وشنید اور مذاکرات کا سلسلہ جاری رہا۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم: (حضرت علی سے)، اے علی، لکھو بسم اللہ الرحمان الرحیم

سہیل بن عمرو: مجھے اس کا پتہ نہیں ہے، لہٰذا آپ ''باسمك اللھم'' ہی لکھئے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم: (اے علی) لکھئے باسمك اللھم (پھر فرمایا)

لکھو یہ وہ معاہدہ ہے کہ جس پر محمد اللہ کے رسول نے سہیل بن عمرو سے مصالحت کی ہے۔

سہیل بن عمر: اگر میں اس بات کی گواہی دیتا، کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، تو آپ سے کبھی جنگ نہ کرتا، لیکن اپنا اور اپنے والد کا نام لکھوائیے۔

چنانچہ اس کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کا معاہدہ لکھوایا، جس کی دس دفعات تھیں پھر ابھی معاہدہ لکھا جا رہا تھا، کہ اس کا بیٹا ابو جندل زنجیروں میں جکڑا ہوا کسی نہ کسی طرح وہاں پہنچ گیا مسلمانوں نے اسے روکنا چاہا، مگر سہیل نے کہا: اے محمدؐ اگر یہ آپ کے پاس آگیا تو معاہدہ ختم ہو جائیگا جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جندل کو اس کے حوالے کر دیا (۳۷)۔

اس موقع پر مسلمانوں اور کفار مکہ کے مابین جو مذاکرات اور مکالمات ہوئے وہ دنیا بھر کے لوگوں کے لیے ایک نمونے کی حیثیت رکھتے ہیں، کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقصد کے لیے کتنے صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا اور دشمنوں کی طرف سے ایک ایک زیادتی کو برداشت کیا، اور انہیں گفت وشنید پر آمادہ کرنے کے لیے کس قدر محنت کی، مگر اعلیٰ ترین مقاصد کے حصول کے لیے گفتگو اور مکالمے کا سلسلہ

موقوف نہیں فرمایا(۳۸)۔قرآن کریم میں اس مکالمے اور صلح نامہ کو فتح مبین قرار دیا گیا ہے(۳۹)۔

۲۔غزوۂ خیبر اور یہودیوں سے گفت وشنید اور جنگ:

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد چونکہ دنیا میں امن وامان کا قیام تھا اور یہ مقصد محض حرب و قتال سے حاصل ہونا ممکن نہ تھا، اسی لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم دوران جنگ اور فتح کے بعد بھی مفتوحین اور مخالفین سے گفت وشنید اور مذاکرات کا سلسلہ جاری رکھتے تھے، جس کی عملی مثال غزوۂ صلح خیبر کے موقع پر سامنے آئی جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف مفتوحین سے مذاکرات کیے، بلکہ اس کے نتیجے میں ان سے تحریری معاہدہ بھی کیا۔

(۲/الف) اس موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو جب مرحب نامی یہودی سردار کے ساتھ مقابلے کے لیے بھیجا، تو فرمایا:

تم اس وقت تک ان سے نہیں لڑو گے، جب تک تم ان کے صحن میں نہ جا اترو، پھر تم انہیں اسلام کی دعوت دینا، اور انہیں بتلانا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے کون سا حق واجب ہے، اللہ تعالیٰ کی قسم اگر تمہارے ذریعے کوئی ایک شخص بھی ہدایت پا گیا تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں کے ملنے سے بھی زیادہ افضل ہے(۴۰)۔

(۲/ب) عمومی معاہدہ:

ابن اسحاق سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''اہل خیبر'' کا محاصرہ جاری رکھا، یہاں تک کہ انہیں اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا، اس پر انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی، کہ آپ انہیں جلاوطن کر دیں، مگر ان کی جان بخشی کر دی جائے پھر انہوں نے کہا کہ ان کی اراضی اس شرط پر، ان کے پاس رہنے دی جائے، کہ وہ اس کی نصف پیداوار آپ کو دیں گے، چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ اس پر معاہدہ کر لیا، کہ جب مسلمان چاہیں گے، انہیں یہاں سے جلاوطن کر دیں گے(۴۱)۔

اس طرح اس دور میں مسلمانوں اور مشرکین مکہ کے مابین اور اسی طرح مسلمانوں اور یہودان خیبر کے مابین گفت وشنید کے اور مذاکرات کے دو واقعات پیش آئے، جن کے ذریعے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے درج ذیل مقاصد حاصل کیے:

۱۔ دشمنوں کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا، تا کہ وہ ایک دوسرے کی مدد نہ کر سکیں۔

۲۔ اس سے فتح مکہ کی راہ ہموار ہوئی۔

۳۔ اشاعت اسلام کی راہ میں حائل رکاوٹیں دور ہوئیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دنیا بھر کے حکمرانوں کو دعوتی خطوط لکھنا ممکن ہو سکا۔

(۲/ب) فتح مکہ سے وصال نبوی تک:

فتح مکہ کے ذریعے جب اسلام کی اشاعت میں موجود سب سے بڑی رکاوٹ دور ہوگئی اور لوگ فوج در فوج اور جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے تو آئندہ سال یعنی ۹ ھ کا سال عام الوفود کہلاتا ہے اس سال پورے عرب سے قبائلی وفود مدینہ منورہ آئے اور انہوں نے برضا و رغبت اسلام قبول کیا اور آپ سے پروانہ امان حاصل کیا۔

اس سال یوں تو بیسیوں وفود نے مدینہ طیبہ کی سرزمین پر اپنے قدم رکھے، مگر مذاکرات اور مکالمات کی تاریخ میں درج داخل ذیل قبائل کے ساتھ ہونے والے مذاکرات/ مکالمات بڑی اہمیت رکھتے ہیں:

ا۔ بنو ہوازن سے مذاکرات:

بنو ہوازن طائف کے علاقے میں آباد عرب کا ایک طاقت ور قبیلہ تھا فتح مکہ کے بعد، انہوں نے حنین کے مقام پر اپنے لشکر جمع کر لیے اور مسلمانوں پر حملے کا ارادہ کر لیا، اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ ہزار لشکر کے ہمراہ ان کا مقابلہ کیا، ابتدائی حملے میں، مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے، مگر جب مسلمانوں نے دوبارہ جم کر ان پر حملہ کیا، تو وہ بھاگ نکلے اور ہزاروں کی تعداد میں اپنے مال مویشی اور چھ ہزار کی تعداد میں اپنے بال بچے چھوڑ گئے، جو مسلمانوں کے قبضے میں آ گئے، آپ نے کچھ روز تو ان کا انتظار کیا، مگر جب وہ آپ کی خدمت میں نہ آئے، تو آپ نے تمام مال غنیمت مجاہدین میں تقسیم کر دیا (۴۲)۔

پھر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ پہنچے تو بنو ہوازن کا وفد یہاں آپ کی خدمت میں آیا آپ نے پوچھا کہ تمہیں اپنے بال بچے زیادہ عزیز ہیں یا مال مویشی، انہوں نے کہا کہ ہمارے بال بچے، چنانچہ آپ نے بنو ہوازن کے تمام قیدی رہا کرنے کا حکم دیا، الغرض ان مذاکرات کے نتیجے میں بنو

ہوازن کے بیوی بچے انہیں واپس مل گئے (۴۳)۔

۲۔ اہل نجران سے مذاکرات:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کی طرف خط لکھا، جس میں آپ نے انہیں اسلام لانے یا جزیہ ادا کرنے کی دعوت دی یہ خط نجران کے لاٹ پادری (اسقف نجران) کے نام تھا، اس نے آپ کا یہ نامہ گرامی سرداران نجران کو دکھایا تو فیصلہ ہوا، کہ ایک اعلیٰ سطحی وفد مدینہ منورہ بھیجا جائے جو علاقے کے کاہن اور قبیلے کے سرداروں پر مشتمل ہو، چنانچہ جب یہ وفد مدینہ منورہ میں آیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور ان کی بذات خود مہمانداری کی۔

اس موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل نجران کے نمائندہ وفد کے مابین مذاکرات کے کئی دور ہوئے جو موقع کی مناسبت سے سورۂ آل عمران کی ابتدائی ۸۰ آیات کا نزول بھی ہوا جس کے آخر میں انہیں "ملاعنۃ" یا "مباہلہ" کی دعوت دی گئی جسے سن کر انہوں نے جزیہ دینے پر رضامندی اختیار کر لی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، کہ ہمارے پاس کسی امانت دار شخص کو بھیج دیجئے، جس پر آپ نے حضرت ابوعبیدہ کو بھجوادیا (۴۴)۔

۳۔ دیگر قبائلی وفود سے مذاکرات:

اس سال (۹ھ میں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کئی وفود آئے، جن کی تعداد بیسیوں میں ہے، ہر وفد کے ساتھ، آپ نے مکالمہ فرمایا یہ مکالمات بڑی اہمیت کے حامل تھے یہ مذاکرات بڑے خوشگوار ماحول میں منعقد ہوئے اور اسی انداز میں انعقاد پذیر ہوئے، جس انداز میں دوسرے فریق نے منعقد کرنا چاہا، مثال کے طور پر بنوتمیم نے اصل مذاکرات سے قبل ادبی مقابلہ کرنے کی خواہش ظاہر کی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اپنے شاعر اور اپنے خطیب لاکر سامنے کھڑے کر دیا (۴۵)، جس کے نتیجے میں جزیرۂ عرب اسلام کے زیر نگین آیا، اسلام کی اشاعت ہوئی اور ملک میں امن وامان کا قیام عمل میں آیا۔

ان میں سے بعض وفود نے بڑی درشتگی اور بڑی سختی کے ساتھ گفتگو کی اور ماحول کو بگاڑنے کی کوشش کی، مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نرمی اور تحمل کا مظاہرہ کیا، اس حوالے سے خصوصیت کے ساتھ عامر بن الطفیل اور بنوحنیفہ کے وفد میں شامل مسیلمہ کذاب کا ذکر کیا جاسکتا ہے، جنہوں نے حد

سے زیادہ اکھڑ پن اور بدتمیزی کا مظاہرہ کیا (۴۶) لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلیٰ تر مقاصد کے لیے ان سے نرمی اور تحمل کا مظاہرہ فرمایا۔ اس تفصیل سے واضح ہوتا ہے، کہ

(الف) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی ریاست کے داخلی امن وامان اور بیرونی تحفظ کے لیے متعدد قبائل سے مذاکرات/ مکالمات فرمائے۔

(ب) مذاکرات ''کچھ لو اور کچھ دو'' کے طریقہ کار کے مطابق وقوع پذیر ہوئے۔

(ج) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی مرتبہ سرزمین عرب میں بڑی وسعت اور کثرت کے ساتھ، مذاکرات/ مکالمات کا استعمال کیا۔

(د) آپؐ نے مذاکرات کے لیے اپنا ایسا اسوۂ حسنہ چھوڑا، جس سے بعد کے ادوار خصوصاً عہد خلافت راشدہ میں بکثرت استفادہ کیا گیا۔

(۲) عہد خلافت راشدہ

خلافت راشدہ کی ابتدا حضرت ابوبکرؓ کے بطور خلیفہ/ نائب رسول کی تقرری (۱۳ ربیع الاول، ۱۱ھ) سے ہوئی اور اختتام حضرت علی کی شہادت ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ پر یا بعض علما کے بقول حضرت حسن بن علی کے خلع خلافت (۴۱ھ/ ۶۶۵ء) سے پر ہوا اس طرح خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا مکمل دور تیس سال یا تیس سال اور چھ ماہ تصور ہوتا ہے۔

خلافت راشدہ کے دور میں اسلامی حکومت سرزمین عرب سے نکل کر ایک طرف افریقہ کے وسط تک، دوسری طرف جنوبی ایشیا میں چین کی سرحدوں تک، اسی طرح بلوچستان کے ساحلی علاقوں تک جا پہنچی رقبہ کے بڑھنے سے یقیناً انتظامی مسائل اور مشکلات میں بھی بے حد اضافہ ہوا، جن کے حل کے لیے خلفاے راشدین نے مذاکرے اور مکالمے ہی کا طریقہ اپنایا۔

مکالمے اور مذاکرے کو کامیاب بنانے کے لیے جس اعلیٰ ظرفی، تحمل، بردباری اور تدبر و فراست کی ضرورت ہوتی ہے، وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت اور فیض صحبت کی بنا پر ان خلفاے راشدین میں پوری طرح موجود تھی، اس لیے خلفاے راشدین کے زمانے میں بھی اندرونی اور بیرونی مشکلات و مسائل کو حل کرنے کے لیے مکالمے اور مذاکرات کے طریقے سے بکثرت استفادہ کیا گیا اس دور کے چند اہم مذاکرات/ مکالمات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(الف) اندرونی مسائل:

اس ضمن میں درج ذیل مکالمات کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔

(الف) سقیفہ بنی ساعدہ کا مذاکرہ/ مکالمہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارہ پا کر دانستہ طور پر اپنے کسی جانشین کا اعلان نہیں کیا اسی لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سب سے پہلا مسئلہ خلافت اور جانشینی ہی کا پیش آیا اس موقع پر متوقع امیدوار تین تھے:

ا۔ مہاجرین جن کی قیادت حضرت ابوبکر کر رہے تھے۔

۲۔ انصار مدینہ جو رئیس الخزرج حضرت سعدؓ بن عبادہ کی قیادت میں خلافت کے دعویدار تھے۔

۳۔ اہل بیت نبوی جن کی قیادت حضرت علیؓ کے پاس تھی۔

مہاجرین ابھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن و دفن میں مصروف تھے، کہ انہیں سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کے مشورے کے لیے جمع ہونے کی اطلاع ملی، جس پر حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ ان کے ساتھ مذاکرات کے لیے سقیفہ بنی ساعدہ تشریف لے گئے، جب یہ لوگ جا رہے تھے تو راستے میں ایک شخص نے انہیں وہاں جانے سے منع کیا مگر یہ حضرات وہاں گئے اور طویل گفتگو اور مکالمے کے بعد تمام لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر اتفاق کر لیا(۴۷)۔ داخلی اتفاق پیدا کرنے کے لیے مذاکرات بڑی کلیدی اہمیت رکھتے ہیں، بعدازاں حضرت ابوبکرؓ نے حضرت علیؓ سے بھی مذاکرات کیے، جن کے نتیجے میں حضرت علیؓ نے بھی حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھوں پر بیعت کر لی۔

(ب) فتنہ ارتداد کے موقع پر مختلف قبائل سے مکالمہ:

حضرت ابوبکرؓ نے جب ارتداد کے* خلاف جنگ شروع کرنا چاہی، تو اس موقع پر حضرت عمر فاروق سمیت بہت سے صحابہ کرام کو مانعین زکوٰۃ کے ساتھ جنگ میں تأمل تھا، اس موقع پر حضرت ابوبکرؓ حضرت عمر فاروقؓ اور بعض دوسرے صحابہ کرامؓ کے مابین جو ''مکالمہ'' ہوا وہ حدیث کی معتبر کتابوں میں محفوظ ہے، جس کے مطابق حضرت ابوبکرؓ کی مدلل علمی گفتگو سن کر حضرت عمرؓ فاروق اور دوسرے صحابہ کرام